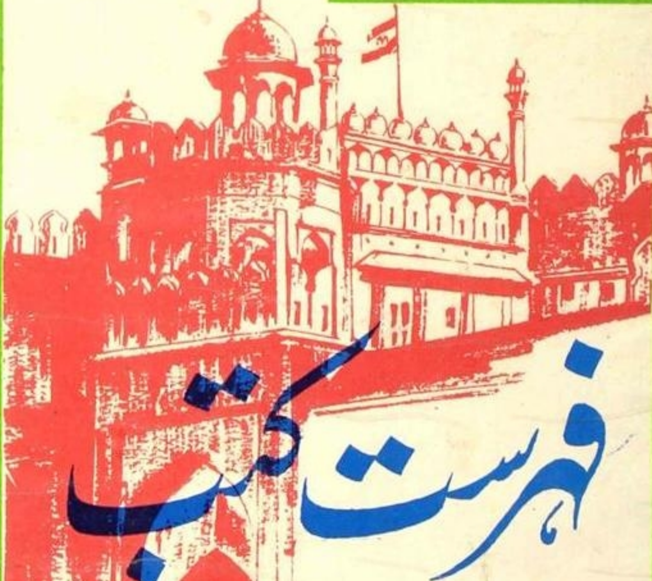

فہرست کتب

نومبر ۱۹۸۸ء

URC
2769

اُردو اکادمی، دہلی، گھٹا مسجد روڈ، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲
فون: ۲۷۶۲۱۱

فہرست کتب

نومبر ۱۹۸۸ء

سیل ڈپو

اردو اکادمی، دہلی

گھٹا مسجد روڈ، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

فون: ۲۷۶۲۱۱ ، ۲۶۳۴۴۸

دہلی کا آخری دیدار

سید وزیر حسن دہلوی نے دلّی کی ٹکسالی زبان میں دلّی کے لال قلعے اور اس کے مکینوں کے شب و روز کی جھلکیاں پیش کی ہیں۔ یہ کتاب آخری مغل دَور کی معاشرتی فضا کا منہ بولتا مرقع ہے۔ مہذّب انسانوں کی طرح ہر تہذیبی شہر کا بھی ایک مزاجِ زندگی بن جاتا ہے جو صدیوں کے تمدّنی شعور اور ذہنی رویّوں کی دین ہوتا ہے۔ شاہ جہاں آباد جس قطعۂ زمین پر بسایا گیا وہ اس سرزمین کا ایک حصّہ تھا جس پر ہندوستان کے وسطی عہد کی تاریخ میں جنم لینے والے تہذیبی انقلاب نے اپنی نمو پذیری کے بہت سے مراحل طے کیے تھے۔ عہدِ وسطیٰ کی دہلی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے معاشرے کے مختلف طبقات کو یکجا کر کے اخوت، وسیع النظری، باہمی میل ملاپ اور فطری ارتقا کی راہیں ہموار کیں۔

قاعدہ ہے کہ جب چراغ بجھنے کو ہوتا ہے تو لَو بھڑکتی ہے۔ اسی طرح سلطنتِ تیموریہ کا چراغ جب گُل ہونے کو ہوا اس نے وہ روشنی دکھائی اور ایسا سنبھالا لیا جس کی مثال مشکل سے تاریخ میں ملے گی۔ سلطنت دم توڑ رہی تھی لیکن تہذیبی شعور ابھی مردہ نہ ہوا تھا۔ یہاں خانقاہیں بھی تھیں اور شراب خانے بھی، مدرسے بھی تھے اور قمار بازی کے اڈّے بھی، لوگ بڑی عقیدت کے ساتھ خانقاہوں اور مزارات پر حاضر ہوتے تھے۔ پھر اسی جوش اور ولولے کے ساتھ طوائفوں کی محفلوں میں شرکت کرتے تھے۔ ان کی رندی اور مذہبیت ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ نہ رندی مذہبیت پر غالب آتی تھی اور نہ مذہبیت رندی پر۔

جس دِلّی کا یہ کتاب قصّہ سُناتی ہے وہ صرف ایک شہر ہی نہ تھی، ایک تہذیب کا نشان، ایک تمدّن کا گہوارہ علم و ادب کا مرکز اور ایک ایسی گزرگاہِ فکر تھی جہاں علم و فن، تعلیم و تربیت، اخلاق و مذہب، حکومت و سیاست کے سانچے صدیوں تک ڈھلے تھے۔ سید ضمیر حسن دہلوی نے اپنے طویل مقدمے کے ساتھ اس کتاب کو مرتّب کیا ہے۔

مصنّف : سید وزیر حسن دہلوی

مرتّب : سید ضمیر حسن دہلوی

صفحات : ۷۴

قیمت : ۱۷ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۶ء

دِلّی والے

اُردو اکادمی، دہلی کی طرف سے منعقدہ "دلّی والے سیمینار" میں پڑھے جانے والے خاکوں کا مجموعہ، ان شخصیتوں کے قلمی خاکے جنھوں نے دلّی کی ادبی، سیاسی، سماجی اور ثقافتی زندگی کے خدّ و خال سنوارے۔

کہا جاتا ہے کہ جب شاہ جہاں نے شاہ جہاں آباد یعنی دلّی کو بسایا تو اس شہر کی رونق کو چار چاند لگانے کی غرض سے نہ صرف ملک کے کونے کونے سے بلکہ بیرونِ ملک سے بھی جملہ شعبہ ہائے زندگی سے تعلّق رکھنے والے ہُنرمندوں کو بُلا کر یہاں آباد کیا۔ حالانکہ یہ سلسلہ شاہ جہاں کے عہد سے بہت پہلے سے جاری تھا اور دلّی عہدِ قدیم سے تہذیب و تمدّن کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔

دلّی کی سرزمین میں وہ کشش ہے کہ جو یہاں آیا، یہیں کا ہو رہا۔ اسی وجہ سے اس سیمینار میں ایسی شخصیات پر بھی خاکے لکھوائے گئے جو پیدائشی طور پر تو "دلّی والے" نہیں تھے لیکن انھوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ یہاں گزارا، یہاں کی سماجی زندگی میں قابلِ لحاظ کردار ادا کیا، یہاں کے شب و روز پر اپنی شخصیت کے ایسے نقوش مرتسم کیے جو ان کے بعد بھی ان کی یاد کو تازہ رکھنے والے اور پھر بالآخر یہیں کی مٹّی میں سما گئے۔

اچھے خاکے کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخصیت کے کچھ اہم یا منفرد پہلو، ایسی خوبی کے ساتھ اُجاگر کیے جائیں کہ قاری شخصیت کو اپنے روبرو محسوس کرے اور اس کے افکار و کردار کی جھلکیاں بھی دیکھنے کو مل جائیں۔

اس کتاب کو ڈاکٹر صلاح الدین نے مرتّب کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں مبسوط مقدّمہ شامل ہے جس میں موضوع سے متعلق اہم نکات پر بحث کی گئی ہے۔

مرتّب : ڈاکٹر صلاح الدین

صفحات : ۳۵۷

قیمت : ۳۶ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۶ء

قلعۂ معلّٰی کی جھلکیاں

یہ کتاب آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے زمانے کے لال قلعے کی تہذیبی زندگی کا دل چسپ مرقع ہے۔ جس میں لال قلعے کے رسم و رواج، روز و شب کے معمولات اور مغل دَور کے آداب کا ذکر بڑے دل پذیر انداز میں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مؤلف عرش تیموری ہیں۔ عرش صاحب تیموری خاندان کی یادگار ہیں۔ اگرچہ انھوں نے قلعۂ معلّٰی کی وہ شان اور چہل پہل نہیں دیکھی جس کی یاد اُن کے دل کو گدگدا رہی تھی لیکن انھوں نے اپنے دادا اور دوسرے بزرگوں اور بڑے بوڑھوں سے جو کچھ سُنا تھا وہ اس کتاب میں محفوظ کر دیا ہے۔ اس میں بعض ایسی باتیں ملیں گی جو نہ تاریخوں میں ہیں نہ تذکروں میں۔ اس مختصر سی کتاب میں آپ کو بادشاہ، بیگمات اور شہزادے چلتے پھرتے نظر آئیں گے۔ ان کے اختیارات اور ان کی مجبوریوں کی جھلک دکھائی دے گی۔

دل چسپ اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ "قلعۂ معلّٰی کی جھلکیاں" ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی۔ جب عرش تیموری کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ سولہ سال کی عمر میں "قلعۂ معلّٰی کی جھلکیاں" جیسی کتاب تصنیف کر دینا ناممکن نہ سہی غیر معمولی اور حیران کن ضرور ہے۔ بات صرف یہیں ختم نہیں ہو جاتی، عرش تیموری نے اس کتاب سے پہلے اپنے شعری مجموعے "خورشید خاور" کے علاوہ چار کتابیں اور مکمّل کر لی تھیں۔

اس دَور کے دوسرے مصنّفین کی طرح عرش تیموری نے اپنے زمانے کے انگریز حکّام کے بارے میں کوئی نازیبا بات نہیں کہی ہے لیکن ۱۸۵۷ء سے قبل لال قلعے میں انگریزوں نے اپنی سازشوں کا جو جال پھیلا رکھا تھا اور جس سے قلعے کا امن چین رفتہ رفتہ تہہ و بالا ہوتا جا رہا تھا اس کی نشان دہی انھوں نے صاف صاف لفظوں میں کی ہے۔ ڈاکٹر اسلم پرویز نے اس کتاب کو اپنے مختصر لیکن جامع مقدمے کے ساتھ مرتّب کیا ہے۔

مصنّف : عرش تیموری

مرتّب : ڈاکٹر اسلم پرویز

صفحات : ۷۲

قیمت : ۱۷ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۶ء

رسومِ دہلی

مولوی سیّد احمد دہلوی جو "فرہنگِ آصفیہ" کے مرتّب کی حیثیت سے آج تک یاد کیے جاتے ہیں۔ انہی مولوی سیّد احمد دہلوی کی ایک اور اہم تصنیف "رسومِ دہلی" ہے جس میں لال قلعے کی زندگی اور ۱۹ویں صدی کی دوسری دہائی تک دلّی میں رائج تمام رسوم کا تفصیلی بیان ہے۔ اس موضوع پر یہ واحد کتاب ہے۔ مصنّف نے دہلی کے رسم ورواج کا سائنٹفک انداز میں مطالعہ کیا ہے۔ لہٰذا ہماری آج کی سماجی زندگی میں بھی اس کتاب کی بھرپور معنویت ہے۔

کسی بھی سماج کے تہذیبی، نفسیاتی، مذہبی اور سماجی مطالعے کے لیے رسم ورواج کا مطالعہ ضروری ہے۔ ہماری بیشتر رسوم وہ ہیں جو اس وقت سے رائج ہیں جب سے انسان نے سماجی زندگی کا آغاز کیا ہے۔ ہماری ایک بھی رسم ایسی نہیں ہے جو بے وجہ ہو۔ ہر رسم کی بنیاد کسی نہ کسی مقصد پر ہے۔

ہندوستان کی موجودہ تہذیب اور رسم ورواج کی داستان ہزاروں سال پر مشتمل ہے۔ دنیا کی مختلف نسلوں، علاقوں، مذہبوں سے تعلّق رکھنے والے لوگ مختلف زمانوں میں ہندوستان آتے رہے ہیں۔ ان میں سے بیشتر لوگوں نے تو اس طرح مستقل سکونت اختیار کرلی کہ ان کی نسلی اور تہذیبی انفرادیت ہی ختم ہوگئی اور بعض لوگ طویل عرصے تک یہاں رہ کر اپنے وطن واپس چلے گئے۔ ہندوستانی تہذیب کی تشکیل اور اسے پروان چڑھانے میں ان سب لوگوں نے اہم رول ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے اس کتاب کو نئے انداز سے ترتیب دیا ہے۔ کتاب کے شروع میں مرتّب کا طویل مقدّمہ شامل ہے جس میں سیّد احمد دہلوی کے سوانح حیات بیان کیے گئے ہیں اور سماجیاتی نقطۂ نظر سے رسم کی اہمیت پر بحث کی گئی ہے۔

مصنّف : مولوی سیّد احمد دہلوی

مرتّب : ڈاکٹر خلیق انجم

صفحات : ۲۰۸

قیمت : ۲۸ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۶ء

داغ دہلوی

حیات اور کارنامے

داغ کی تربیت اور ان کے ادبی مزاج کی پرورش لال قلعے میں اس زمانے میں ہوئی تھی جب بہادر شاہ ظفر اور مغل شاہ زادے جانتے تھے کہ مغل حکومت کی شمع کے گل ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اس عہد کے مغلوں اور خاص طور سے بادشاہ کی شاعری کے نشاطیہ لب و لہجے میں حزن و ملال اور مایوسی کی لے تھی۔ یہ لوگ اپنے ذہنی کرب کو نغمہ و شعر میں ڈھال رہے تھے۔ اس کے برعکس داغ کی رگوں میں مغل خون نہیں تھا۔ وہ قلعے کے نہیں، قلعے کے باہر کے آدمی تھے۔ ان کی والدہ چھوٹی بیگم نے ولی عہد مرزا فخرو سے شادی کی تھی۔ داغ ان کے ساتھ قلعے میں داخل ہوئے جہاں انھیں اپنے عہد کے بہترین علوم و فنون حاصل کرنے کا موقع ملا۔ انھوں نے میر تقی میر کے شاگرد غلام حسین شکیبا کے بیٹے سید احمد حسین سے تعلیم حاصل کی۔ محمد امیر پنجہ کش سے خطاطی کا فن سیکھا، مرزا عبداللہ بیگ نے بانک بنوٹ پر قدرت حاصل کرائی۔ سجن خاں اور بندو خاں سے گھوڑ سواری اور خود مرزا فخرو سے تیر اندازی اور بندوق چلانے کا فن سیکھا۔ بہادر شاہ ظفر اور ولی عہد مرزا فخرو کے استاد محمد ابراہیم ذوق نے شعری ذوق کی تربیت کی۔

آسودگی کی زندگی نے داغ کو فکر کی سطح پر زندہ دلی، شگفتگی، رجائیت اور لذت اندوزی عطا کی اور لال قلعے کے ماحول نے اظہار کی سطح پر زبان کی سلاست، فصاحت، محاورے اور روزمرہ کا شعور دیا اور انھیں الفاظ کا مزاج شناس بنایا۔

اُردو اکادمی، دہلی نے داغ پر دو روزہ سیمینار منعقد کیا تھا۔ اس سیمینار کے لیے ممتاز محققوں اور ناقدوں سے داغ کے سوانح، شخصیت اور فن کے مختلف پہلوؤں پر جو مقالے لکھوائے گئے تھے، وہ اس کتاب میں یکجا کر دیے گئے ہیں۔

مرتب : ڈاکٹر کامل قریشی

صفحات : ۲۳۸

قیمت : ۳۱ روپے (مجلد)

سنہ اشاعت : نومبر ۱۹۸۶ء

عالم میں انتخاب — دِلّی

اس کتاب کے پیش لفظ میں پروفیسر سیّد نور الحسن لکھتے ہیں :

" مہیشور دیال صاحب نے " عالم میں انتخاب ۔ دلّی " لکھ کر نہ صرف ان لوگوں کو ممنونِ احسان کیا ہے جنھیں دلّی سے پیار ہے بلکہ ان تمام لوگوں کو بھی زیر بارِ احسان کیا ہے جنھیں ہندوستان کی مشترکہ تہذیب پر ناز ہے اور جو قومی یک جہتی کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں مہیشور دیال صاحب کے اس قول سے چاہے پوری طرح کوئی متفق نہ ہو کہ یہ چیزیں دلّی کی دین ہیں لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان خصوصیتوں کو بڑھاوا دینے میں جو ہاتھ دلّی کا ہے وہ شاید کسی اور شہر کا نہیں ! "

تیرھویں صدی کی ابتدا میں دہلی ترکوں کی سلطنت کا پایۂ تخت بنا اور ایک کے بعد دوسری جگہ آبادی کے ہٹنے کے باوجود دہلی کی رونق قائم رہی۔ مہیشور دیال صاحب نے لال کوٹ، کلوکڑی، تغلق آباد، جہاں پناہ، فیروز آباد، دین پناہ اور پُرانا قلعہ، شیر گڑھ اور شاہ جہاں آباد کا ذکر کیا ہے۔ سب سے زیادہ تفصیلی ذکر شاہ جہاں آباد کا ہے۔

لوگ کیسے مکانوں میں رہتے تھے، کیا اُن کے شغل اور مشغلے تھے، پھیری والے کیا آوازیں لگاتے تھے، بچوں کے کھیل کود کیا تھے، کھانا پینا، دسترخوان، پان اور حقّہ اور ان سے متعلق کہاوتیں، دِلّی کے لوگ گیت، تہذیب اور وضع داری، داستان گوئی، تعلیمی ادارے، فنِ خطّاطی، تشبیہیں اور استعارے، میلے اور تہوار غرض کہ ہر وہ چیز جو طرزِ زندگی کی تصویر کھینچتی ہے، مہیشور دیال صاحب نے پیش کی ہے۔

مصنّف : مہیشور دیال

صفحات : ۵۱۶

قیمت : ۵۳ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۷ء

سوانح دہلی

بہادر شاہ ظفر کے پہلے ولی عہد اُن کے صاحب زادے محمد دارا بخت میراں شاہ تھے. ظفر کی تخت نشینی کے سات آٹھ سال بعد ہی ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ محمّد دارا بخت کے سب سے بڑے صاحب زادے مرزا احمد اختر تھے جو اس کتاب کے مصنّف ہیں. کتاب کی تصنیف کے وقت وہ اُتر پردیش کے ضلع مظفر نگر کے شہر کیرانے میں مقیم تھے۔ اور آج تک اس خاندان کے لوگ وہاں موجود ہیں۔

"سوانحِ دہلی" میں اختصار کے ساتھ دہلی کے تاریخی حالات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب سے پہلے اس موضوع پر دو اہم کتابیں سنگی بیگ کی "سیر المنازل" اور سیّد احمد خاں کی "آثار الصنادید" لکھی جا چکی تھیں لیکن اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ مغل خاندان کے ایک فرد نے یہ کتاب لکھی ہے۔ اس میں کچھ ایسے واقعات اور حقائق بیان کیے گئے ہیں جو کہیں اور اب تک نظر سے نہیں گزرے. بعض ایسی معلومات بھی فراہم کی گئی ہیں جن کے مآخذ تک ہماری رسائی نہیں تھی۔

مرزا الٰہی بخش نے بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کرانے میں انگریزوں کی مدد کی تھی، ان کے بارے میں مرزا احمد اختر نے معلومات فراہم کرتے ہوئے لکھا ہے:

"بعد غدر شاہزادہ ہدایت افزا نے مرزا الٰہی بخش کے دو ہزار روپے ماہوار نسلاً بعد نسلٍ مقرّر فرمائے۔ اُن کی جاگیر و املاک برقرار رکھی۔ اعزاز قدیم مرعی رکھا۔ اُن کے نقصان کے بدلے میں لاکھوں دیے۔ اُن کی اولاد کی بدستور پرورش اور مراعات چلی آتی ہے۔"

مصنّف : شاہزادہ مرزا احمد اختر گورگانی

مرتّب : مرغوب عابدی

صفحات : ۶۴

قیمت : ۱۷ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۷ء

خواجہ حسن نظامی

حیات اور کارنامے

شمس العلماء خواجہ حسن نظامی بڑی جامع کمالات شخصیت کے مالک تھے۔ عالم، صوفی، معلّم، مصلح، ادیب، مقرّر، تاجر، نہ جانے کس کس حیثیت سے انھیں جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اتنی صفات کسی ایک ذات میں کم ہی جمع ہوا کرتی ہیں۔ لیکن خواجہ صاحب کے ہاں نہ صرف یہ صفات جمع تھیں بلکہ ان میں سے ہر ایک کو شرف و وقار بھی ملا تھا۔

خواجہ صاحب کے پاس کتابی علم بھی تھا اور وہ علم بھی جو کتاب کا محتاج بنے بغیر حاصل کیا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب نے کائنات کی چھوٹی بڑی سب اشیا کو پڑھا۔ گھاس کے تنکے، دیا سلائی، مکھی، مچھر، اُلّو سے لے کر اعلیٰ موضوعات تک کو انھوں نے اپنے مطالعے کے لیے چُنا اور اپنے اس مطالعے کے نتائج کی اطلاع سب کو دی۔ خواجہ صاحب اُردو کے صاحبِ طرز انشا پرداز تھے۔ اُن کی تحریروں کو دلّی کی بامحاورہ ٹکسالی زبان سے شناسائی حاصل کرنے اور اس کا لُطف اُٹھانے کے لیے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں جو مضامین شائع کیے جا رہے ہیں۔ ان میں خواجہ صاحب کے ادبی کمالات کا خاصی تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اِن سب مضامین نے خواجہ صاحب اور اُن کے کمالات کے تعارف کا حق بڑی حد تک ادا کر دیا ہے۔

مرتّب : خواجہ حسن ثانی نظامی

ضخامت : ۲۰۸

قیمت : ۲۹ روپے

سنہ اشاعت: ۱۹۸۷ء

دیوانِ حالی

مولانا حالی کے دیوان کی یہ اشاعت ان لوگوں کے لیے ایک نئی بشارت کا حکم رکھتی ہے جو نئی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، مگر کلاسکی رنگِ تغزل کے مارے ہوئے ہیں اور آج بھی یعنی سائنس اور ٹکنالوجی کے اِس عافیت آشوب زمانے میں بھی غزلیہ شاعری کو حصولِ مسرت کا اور جمالیاتی احساس کی تسکین کا بے مثال وسیلہ سمجھتے ہیں۔

مولانا حالی کا یہ دیوان ایک اور اعتبار سے بھی ہماری توجہ کا طلب گار ہے۔ اس مجموعے میں رنگِ جدید کی ترجمان جو غزلیں ہیں، ان کی سطحیت اور بے رنگی اس پر دلالت کرتی ہے کہ غزلیہ شاعری کو جب سماجی افادیت اور قومی اصلاح کے مضامین سے گراں بار کیا جائے گا اور اسے وعظ و پند کا ترجمان بنایا جائے گا، تو یہ مقاصد خواہ حاصل ہوں یا نہ ہوں، غزل اُس لطافت اور نفاست سے محروم ہو جائے گی جو اُس کی امتیازی صفت رہی ہے۔ اُس میں نہ تہ داری ہوگی نہ تاثیر۔

مولانا حالی کے اِس دیوان میں غزلوں کے ساتھ ساتھ کچھ اور اصنافِ سخن بھی ہیں مگر ان کی حیثیت ضمنی ہے، اصل حیثیت غزلوں کی ہے اور یوں صحیح معنوں میں اس کو غزلوں کا مجموعہ کہنا چاہیے۔

اِس دیوان میں مرثیۂ غالب بھی شامل ہے اور یہ واقعہ ہے کہ شخصی مرثیوں میں یہ بے مثال اور منفرد مرثیہ ہے۔ حالی نے گویا کاغذ پر کلیجا نکال کر رکھ دیا ہے۔ اُن کی طبیعت کا گداز اس کے ہر شعر میں سما گیا ہے۔

دیوانِ حالی کا مقدمہ رشید حسن خاں نے لکھا ہے جو حالی کی شاعری کے مختلف پہلوؤں اور اُن کے فنی نظریات پر سیر حاصل روشنی ڈالتا ہے۔

مصنف : مولانا الطاف حسین حالی

مقدمہ : رشید حسن خاں

صفحات : ۲۳۲

قیمت : ۲۴ روپے

سنہ اشاعت: ۱۹۸۷ء

چراغِ دہلی

میرزا حیرت دہلوی اپنے زمانے کے مشہور و ممتاز ادیبوں میں تھے۔ دہلی پر اُن کی کتاب "چراغِ دہلی" بہت اہم تصنیف ہے جو کرزن پریس دہلی سے ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں محمد حسین آزاد کی "آبِ حیات" اور سرسیّد کی "آثار الصنادید" کے انداز پر اُردو زبان اور ادب کی تاریخ لکھی گئی ہے اور "آثار الصنادید" کو نمونہ بنا کر دہلی کی تاریخی عمارتوں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ شروع میں اُردو کی ابتدا سے بحث کی ہے۔ پھر ہندی زبان کی مختصر تاریخ بیان کرکے کبیر، گرو نانک، سورداس، کیشوداس، بہاری لال اور تلسی داس کے حالات مختصر طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد دکن کے شجاع الدّین نوری سے ذوق اور غالب تک چند اہم شاعروں کے کلام پر تنقیدی رائے دی گئی ہے۔

دہلی کی سماجی، سیاسی، لسانی، ادبی، تہذیبی زندگی کے بارے میں یہ کتاب بہت اہم معلومات فراہم کرتی ہے۔ اشاعتِ اوّل کے پچاسی سال بعد اُردو اکادمی دہلی نے اسے دوبارہ شائع کردیا ہے۔ اشاعتِ ثانی، اشاعتِ اوّل کا ہوبہو عکس ہے تاکہ قارئین اُس زمانے کے انداز کتابت سے بھی واقف ہوسکیں۔ دہلوی تہذیب و تمدّن کے دلدادگان کے لیے یہ کتاب ایک سدابہار تحفے کی حیثیت رکھتی ہے۔

مصنّف : میرزا حیرت دہلوی

صفحات : ۵۳۶

قیمت : ۳۹ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۷ء

فرمائش سے پہلے چند گزارشات

① فرمائش بھیجتے وقت اپنا پتا صاف اور مکمل لکھیے۔

② فرمائش کے ساتھ مجموعی رقم کی چوتھائی بطور پیشگی ضرور ارسال کیجیے تاکہ فرمائش کی فوری تعمیل ہو سکے۔

③ مطلوبہ کتابوں میں سے اگر کوئی کتاب ہمارے پاس دستیاب نہیں ہوئی تو آپ کو فوراً اس کی اطلاع دی جائے گی۔

④ فرمائش بڑی ہونے کی صورت میں مال اپنے قریبی ریلوے اسٹیشن پر منگوائیں۔ مال بذریعہ ریلوے منگوانے پر خرچ کم ہوتا ہے۔ ریلوے اسٹیشن کا نام صاف، خوش خط بلکہ انگریزی میں بھی لکھیے۔

⑤ ڈاک یا پارسل کے اخراجات خریدار کے ذمّہ ہوں گے۔

⑥ اگر بل میں کوئی غلطی رہ جائے تو ہمیں بلا تکلف لکھیے۔ آپ کی شکایت فوراً دور کی جائے گی۔

⑦ کتابوں کی خرید و فروخت سے متعلق تمام خط و کتابت انچارج سیل ڈپو کے نام کریں۔

⑧ اکادمی کی شائع کردہ کتابیں بذریعہ آفسیٹ طبع ہوئی ہیں۔

⑨ اکادمی کی مطبوعات کا اشاعتی سلسلہ ۱۹۸۶ء سے شروع ہوا ہے۔

⑩ اکادمی کی سیل ڈپو کا کوئی سول ڈسٹری بیوٹر نہیں ہے۔

⑪ لائبریری کو ۱۵٪ فی صد کمیشن پر کتابیں فروخت کی جائیں گی۔

⑫ کتب فروشوں کو مبلغ پانچ سو روپے تک کی کتابوں پر ۳۳⅓٪ فی صد کمیشن دیا جائے گا۔

⑬ مبلغ پانچ سو روپے سے زائد کتابوں پر ۴۰٪ فی صد کمیشن دیا جائے گا۔

انچارج سیل ڈپو

اُردو صحافت

اُردو صحافت کو وجود میں آئے تقریباً ۱۶۵ سال ہو گئے ہیں۔ اس مدت میں اُردو صحافت نے ہندوستانی سماج میں بہت اہم رول ادا کیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہندوستان کی تمام زبانوں کے اخباروں نے آزادی کی جنگ میں نمایاں حصّہ لیا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس میدان میں اُردو اخبارات سب سے آگے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ برطانوی حکومت نے جن اخباروں کی طباعت پر پابندی عائد کی، جن کی ضمانتیں ضبط کیں، یا جن کی کچھ مخصوص اشاعتوں کو ضبط کیا، ان میں سب سے زیادہ تعداد اُردو اخباروں کی تھی۔ اس طرح ہندوستانی اخباروں کے جن مدیروں کو باغیانہ تحریروں کے جرم میں قید و بند کے مرحلوں سے گزرنا پڑا، ان میں سب سے زیادہ تعداد اُردو اخباروں کے مدیروں کی تھی۔

اُردو اکادمی، دہلی نے اُردو صحافت پر سہ روزہ سیمینار منعقد کیا تھا جس کے ڈائرکٹر انور علی دہلوی صاحب تھے جو خود ایک تجربہ کار صحافی ہیں، انھوں نے اس سیمینار کے لیے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا جن میں اُردو صحافت کی تاریخ، اس کی خصوصیات، سیاست اور ادب میں اس کا رول اور اس کے مسائل پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ کئی ایسے موضوع ہیں جن پر پہلی بار لکھا گیا ہے۔ اس طرح مقالوں کا یہ مجموعہ اُردو صحافت پر ایک اہم دستاویز بن گیا ہے۔

اُردو صحافت کی ابتدا، اس کے عہد بہ عہد ارتقا اور اس کی مزاجی خصوصیات کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

مرتّب : انور علی دہلوی

صفحات : ۳۲۲

قیمت : ۳۲ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۷ء

دہلی کے اسکولوں میں اُردو نصاب کے مسائل

اسکولوں کے اُردو نصاب کی تالیف واشاعت کئی اعتبار سے اہم ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ اُردو کی طرف عام رویّے کی بنا پر جو وسائل اور آسانیاں عموماً دوسری زبانوں کو حاصل ہیں اُن سے اُردو کے اسکول محروم رہے ہیں۔ ان محدود وسائل کے امکانات سے جتنا فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا وہ نہیں اُٹھایا گیا اور اس میں خود ہم اُردو والوں کا قصور زیادہ ہے۔

آج جب کہ ایک نئی تعلیمی پالیسی کو عمل میں لانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور سارے مُلک میں تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے لوگ مجوزہ پالیسی پر غور وخوض کر رہے ہیں تو لازم ہے کہ اُردو کی ضرورتوں کے پیشِ نظر ہم بھی اس بحث ومباحثے میں شریک ہوں اور اپنے خیالات کو اربابِ حل وعقد تک پہنچائیں۔

دہلی اُردو اکادمی کی طرف نصابات پر ایک سیمینار منعقد کیا گیا تھا تاکہ اس سے متعلق مسائل کا جائزہ لیا جائے اور اس جائزے کی بنیاد پر ایسی تجاویز مرتب کی جائیں جن سے نصاب کی تالیف واشاعت میں آئندہ فائدہ اٹھایا جاسکے۔ یہ کتاب ان مقالات پر مشتمل ہے جو اس سیمینار میں پڑھے گئے۔

سیمینار میں جن حضرات نے مقالے پیش کیے وہ سب ایسے حضرات ہیں جنھوں نے درس وتدریس میں ایک عمر گزاری ہے نصاب کے مسائل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا ہے۔ یہ مقالے ان کی اسی غور وفکر کا حاصل اور ان کے تدریسی تجربات کا نچوڑ ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ اُردو دنیا ان کے افکار وتجاویز سے استفادہ کرے گی اور ان سے عملی فائدہ اُٹھائے گی۔

مرتّب : صدیق الرحمٰن قدوائی

صفحات : ۱۸۷

قیمت : ۲۳ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۷ء

نوبتِ پنج روزہ

یعنی

وداعِ ظفر

علّامہ راشد الخیری کی تصانیف کی ایک بڑی تعداد ہے جو ۳۰، ۳۱ تک پہنچتی ہے۔ نوبتِ پنج روزہ (وداعِ ظفر) علّامہ کی دورِ آخر سے نسبت رکھنے والی چار تصانیف میں سے ایک ہے۔ اس سے متعلق علّامہ کے فرزندِ رشید رازق الخیری کا بیان ہے:

" اگست ۱۹۲۴ء میں علّامہ نے "وداعِ ظفر" یعنی آخری تاجدار مغلیہ سراج الدین محمّد بہادر شاہ ظفر کی پانچ نوبتیں لکھنی شروع کی تھیں اور پہلی نوبت گنگاپورسٹی میں لکھی گئی تھی۔ دوسری نوبت ۱۹۲۸ء تک لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ جب میں نے بہت اصرار کیا تو دو ماہ میں کتاب پوری کردی۔"

نوبتِ پنج روزہ یا وداعِ ظفر، علّامہ راشد الخیری کی نہایت اہم ادبی نگارشات میں سے ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بھی اپنے قارئین کے لیے خصوصی دل چسپی کا سبب بنی رہی ہے اور ایک تہذیبی مرقع نگار اور مصوّرِ غم کی حیثیت سے بھی علّامہ کے مخصوص طرزِ نگارش نے اسے پُرکشش ادبی عناصر سے آراستہ کیا ہے۔

غالب نے ایک خط میں لکھا ہے: "دہلی کی زندگی منحصر کئی ہنگاموں پر تھی، قلعہ، چاندنی چوک، جامع مسجد، ہر ہفتہ سیر جمنا کے پُل کی، ہر سال میلہ پھول والوں کا۔" علّامہ نے ان عناصر کو یک جا کر کے "نوبتِ پنج روزہ" کے خوبصورت خاکے تیار کیے ہیں۔ یہ کتاب صحیح معنوں میں اس مصرعے کا مصداق ہے:

ذکر اُس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا

مصنّف : علّامہ راشد الخیری

مرتّب : ڈاکٹر تنویر احمد علوی

صفحات : ۱۵۸

قیمت : ۲۳ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۷ء

دِلّی کی آخری بہار

راشد الخیری ۱۸۷۰ء میں دلّی میں پیدا ہوئے۔ گویا ان کا تعلّق اس نسل سے تھا، جسے پُرانی تہذیب کے بزرگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ راشد الخیری نے جب ہوش سنبھالا تو دہلی کو اُجڑے ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے۔ مغل بادشاہ اور لال قلعے کی عظمت کے قصّے ابھی قصّۂ پارینہ نہیں بنے تھے۔ راشد الخیری کو اُن لوگوں کی باتیں سُننے کا موقع ملا تھا، لاکھ تباہی اور بربادی کے باوجود جن کی نظر میں ۱۸۵۷ء سے قبل کے دن سنہری دن تھے اور جو اُن دنوں کے قصّے سُناتے ہوئے خون کے آنسو روتے تھے۔ راشد الخیری کی تحریروں پر اُس خون کے دھبّے نظر آتے ہیں۔ بلکہ وہ خود بھی خون کے آنسو روتے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ راشد الخیری کی تحریروں میں جذباتیت زیادہ ہے، لیکن اس جذباتیت کی بنیاد حقیقت پر ہے، ہاں، کبھی کبھی یہ جذباتیت واقعات کو مبالغہ آمیز کر دیتی ہے لیکن حقیقت کی متلاشی نظریں اس مبالغہ آرائی کی دھند کو بہ آسانی پہچان سکتی ہیں اور اس دھند کے پیچھے واقعات کی جوجیتی جاگتی جگمگاتی تصویریں ہیں، ان تک رسائی حاصل کر لیتی ہیں۔ راشد الخیری کی اس طرح کی کتابوں کی اہمیت یہ ہے کہ یہ دہلوی نثر کا بہترین نمونہ ہیں اور دہلی کے سماجی اور تاریخی واقعات کا اہم ماخذ ہیں۔

مصنّف : علاّمہ راشد الخیری

مرتّب : سیّد ضمیر حسن دہلوی

صفحات : ۱۲۷

قیمت : ۲۰ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۷ء

اُردو غزل

برِصغیر کی تمام زبانوں کی اصنافِ ادب کو سامنے رکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ان سب میں مقبول ترین صنف اُردو غزل ہے جس نے عوام اور خواص سبھی کے دلوں میں اپنی جگہ بنائی ہے۔

غزل صرف شاعری نہیں بلکہ ہماری ذہنی اور جذباتی زندگی کا منظر نامہ ہے۔ اس نے حسن وعشق اور ساغر و مینا کے استعاروں میں ہر عہد کی تہذیب و معاشرت اور ہر دَور کے ذہنی اور جذباتی رویّوں کی عکّاسی کی ہے۔ سیاسی اور سماجی حالات کی منہ بولتی تصویریں پیش کی ہیں، جبر و استحصال کے خلاف آواز بلند کی ہے اور آزادی اور انصاف کی لَے کو تیز تر کرنے میں معاون رہی ہے۔

غزل کی اسی اہمیت اور مقبولیت کے پیش نظر اُردو اکادمی دہلی نے "ہند پاک غزل سیمینار" کا اہتمام کیا تھا۔ اس سہ روزہ سیمینار میں دونوں ملکوں کے ممتاز ناقدین شریک ہوئے تھے اور انھوں نے غزل اور خصوصیاتِ غزل پر اپنے مقالے پیش کیے تھے۔ اس کتاب میں یہ تمام مقالے ایک خاص ترتیب سے جمع کردیے گئے ہیں جو ماضی سے حال تک غزل کے اہم رجحانات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اُردو غزل کے عہد بہ عہد مطالعے کے لیے یہ کتاب بے حد مفید ثابت ہوگی۔

مرتّب : ڈاکٹر کامل قریشی

صفحات : ۳۵۹

قیمت : ۳۱ روپے

سالِ اشاعت : ۱۹۸۷ء

اُردو اور مشترکہ ہندوستانی تہذیب

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ اس تہذیب کی بنیاد پڑی جسے ہم مشترکہ ہندوستانی تہذیب کہتے ہیں۔ ہندوستان میں داخل ہونے والے پہلے مسلمان عرب تھے، پھر ترک اور مغل آئے اور انھوں نے یہاں اپنی حکومتیں قائم کیں۔ یہ حکمراں خاندان تہذیب وتمدن کی اعلیٰ روایات ساتھ لائے تھے لیکن مقامی آبادی اپنی الگ تہذیبی اور تمدنی روایات رکھتی تھی اور ان روایات کی جڑیں یہاں کی دھرتی میں پیوست تھیں اور قدامت کی سند اپنے ساتھ رکھتی تھیں۔ ابتدا میں غالباً ان قدیم اور نووارد میلانات کا ایک دوسرے سے ٹکراؤ ہوا ہوگا لیکن بالآخر ان کے امتزاج سے ایک نئی تہذیب وجود میں آئی جو رواداری اور کشادہ دلی کی قدروں کی حامل تھی۔ مغل دَور میں اس تہذیب کو عروج حاصل ہوا اور آج ہمارے علوم وفنون کا شاید ہی کوئی ایسا شعبہ ہو جسے اس تہذیب کی فیض رسانی سے بے بہرہ کہا جاسکے۔ اس تہذیب کی بنیادی خصوصیات دوامی اہمیت رکھتی ہیں اور ان سے آج بھی فیضان کرنے کی ضرورت ہے۔ کثرت میں وحدت کا جو خواب نیا ہندوستان دیکھ رہا ہے اس کی تعبیر تلاش کرنے میں ماضی کے تجربات ہمارے سچے معاون بن سکتے ہیں۔

اس کتاب میں ممتاز دانش وروں کے جو مقالے شامل ہیں وہ اس مشترکہ تہذیب کی تشکیل اور اس کے فروغ کے مختلف مراحل کو سامنے لاتے ہیں اور اس کی روح کو اجاگر کرتے ہیں، نیز اُردو نے اس روح کی جس طور ترجمانی کی ہے اس سے خیال انگیز بحث کرتے ہیں۔

مرتب : ڈاکٹر کامل قریشی

صفحات : ۴۵۹

قیمت : ۳۹ روپے

سنہ اشاعت: ۱۹۸۷ء

لال قلعے کی ایک جھلک

آخری مغل بادشاہوں کے زمانے کی دہلی اور لال قلعے کی سیاسی، سماجی اور تہذیبی زندگی کی روشن جھلکیاں اس کتاب میں پیش کی گئی ہیں۔ کتاب کے شروع میں لال قلعے اور بہادر شاہ ظفر کے کچھ حالات ظفر کے زنانے محل کے باورچی خانے کی بکاول ننھی خانم کی زبانی بیان کیے گئے ہیں۔ ننھی خانم بہادر شاہ ظفر سے بہت قریب تھیں اس لیے انھوں نے ظفر کی زندگی اور ان کے عادات و اطوار کے بارے میں ایسی اہم معلومات فراہم کی ہیں جو کہیں اور سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔

ناصر نذیر فراق نے شاہ جہاں کی صاحبزادی جہاں آرا اور اکبر شاہ ثانی کے صاحبزادے مرزا جہانگیر کے کچھ ایسے حالات بیان کیے ہیں جو ان تفصیلات کے ساتھ کہیں اور کسی کی نظر سے نہیں گزرے ہوں گے۔ ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب کے بھی حالات بیان کیے گئے ہیں اور اس ضمن میں بیسویں صدی کے زبردست عالم اُردو کے ممتاز شاعر اور اپنے زمانے صدر الصدور مفتی صدر الدین آزردہ کے وہ حالات بیان کیے ہیں جو کہیں اور نہیں ملتے۔ بعض ایسے لوگوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جنھیں وقت کے دھندلکوں نے اپنے دامن میں چھپا لیا تھا مگر جو اپنے وقت میں اپنے سماج کے جیتے جاگتے نمائندے تھے۔ ان میں بہرام خاں گویا، لڈو بیگ، میر الفت علی، مرزا کوکر بیگ اور پنجاب کے مولوی محمد اکرام خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

مصنف : حکیم خواجہ سید ناصر نذیر فراق دہلوی

مرتب : ڈاکٹر انتظار مرزا

صفحات : ۱۰۹

قیمت : ۱۹ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۷ء

URDU RESEARCH CENTRE HYD. A.C.C. No. 131

دِلّی کی تہذیب

دِلّی صرف ایک شہر ہی نہیں، بلکہ صدیوں سے ہندوستانی تہذیب کا مرکز رہا ہے۔ اس کی تاریخ صرف ایک شہر کی نہیں بلکہ پورے برصغیر کی تاریخ ہے۔ یہاں بارہا وہ قتل و غارت گری ہوئی ہے جس پر ہلاکو خاں کو بھی شرم آئے۔ لیکن یہیں علم و فن اور اخلاق و مذہب نے بھی ایسی ترقی کی کہ اس کے آگے سمرقند و بخارا بھی ماند پڑ گئے۔ یہیں اُس مشترکہ تہذیب نے جنم لیا، جس نے مختلف مذاہب اور مختلف عقائد و نظریات کے لوگوں کو ایک ساتھ زندہ رہنے کا سلیقہ سکھایا۔

موجودہ پُرانی دِلّی اور اس کے اطراف میں دس پندرہ کلومیٹر کے علاقے میں پھیلی ہوئی تاریخی عمارتیں دِلّی کے لگ بھگ ایک ہزار سال کی اُس زندگی کی منہ بولتی تصویریں ہیں جو اُس زمین پر پتھروں سے لکھی گئی ہے۔ یہ مختلف حکمراں خاندانوں کے سیاسی عروج و زوال ہی کی نہیں بلکہ ہندوستانی ذہن کے تہذیبی، علمی اور فنی ارتقا کی داستان بھی سناتی ہیں۔ یہ یادگار ہیں اُن بادشاہوں کی، جن کی تلواریں ہزاروں انسانوں کی قسمتوں کا فیصلہ کرتی تھیں۔ اُن فن کار ہاتھوں کی جنھوں نے اپنے عہد کی زندگی کی تاریخ کو زمین پر پتھروں سے لکھا تھا۔ دِلّی کی خانقاہیں اور درگاہیں کہانی سناتی ہیں ان بزرگ صوفیوں کی، جنھوں نے ہمیشہ ہر طرح کے ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کی اور بلاامتیازِ مذہب و ملّت انسان کے زخموں پر مرہم رکھا۔

مرتّب : ڈاکٹر انتظار مرزا

صفحات : ۸۴

قیمت : ۱۷ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۷ء

ڈائرکٹری

اُردو ناشرین و تاجرانِ کتب

اس ڈائرکٹری کی اشاعت کا مقصد اُردو کتابوں کی فروخت کو فروغ دینا ہے۔ اس میں ہندوستان اور بیرونِ ہندوستان کے اُردو ناشروں اور کتب فروشوں کے علاوہ اُردو لائبریریوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اُردو شعبوں، اُردو اکادمیوں اور ریلوے بُک اسٹالوں کے پتے بھی شامل ہیں جن کی تعداد بالترتیب اس طرح ہے:

ناشرین اور تاجرانِ کتب (ہندوستان)	۱۸۹۸	پتے
ناشرین اور تاجرانِ کتب (غیر ممالک)	۲۵۰	پتے
اُردو لائبریریاں	۱۱۳۷	پتے
اُردو شعبے	۱۰۹	پتے
اُردو اکادمیاں	۱۴	پتے
سرکاری اُردو ادارے	۷	پتے
ریلوے بُک اسٹال	۵	پتے

سب پتوں میں پن کوڈ نمبر بھی لکھے گئے ہیں تاکہ خط بہ سہولت اور بر وقت منزلِ مقصود پر پہنچ جائے۔ غیر ملکی پتے انگریزی میں درج کیے گئے ہیں۔

اُردو کے ہر ناشر اور کتب فروش کے پاس اس ڈائرکٹری کی موجودگی ضروری ہے۔

مرتّب : انور علی دہلوی

صفحات : ۶۸۰

قیمت : ۵۰ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۷ء

مرزا محمود بیگ کے مضامین کا انتخاب

مرزا محمود بیگ مرحوم اُردو کے صاحبِ طرز انشا پرداز تھے لیکن انھیں وہ شہرت نہیں ملی جس کے وہ مستحق تھے۔ اس کی وجہ غالباً یہ رہی کہ ان کی توجہ کا اصل مرکز دِلّی کالج اور اس کے طالبِ علم رہے۔ لکھنے پڑھنے کا وقت انھیں بہت کم ملتا تھا پھر بھی انھوں نے آل انڈیا ریڈیو کے اصرار آمیز تقاضوں پر بہت سے مضامین اور انشائیے لکھے۔ ان کے انشائیوں کے دو مجموعے بھی "بڑی حویلی" اور "دِلّی ۱۸۵۷ء کی" کے نام سے شائع ہوئے۔

زیرِ نظر کتاب مرزا محمود بیگ کے انشائیوں کا بہترین انتخاب ہے جو اُردو اکادمی، دہلی کے ایما پر ڈاکٹر کامل قریشی نے تیار کیا ہے۔ ابتدا میں انھوں نے مرزا صاحب کے خاندانی حالات اور ان کی سیرت و شخصیت پر مفصّل روشنی ڈالی ہے اور ان کے اندازِ تحریر کی خصوصیات بھی واضح کی ہیں۔

گفتگو کی زبان کا لطف تحریر سے اُٹھانا ہو تو اس کتاب کا مطالعہ کیجیے۔

مرتّب : ڈاکٹر کامل قریشی

صفحات : ۲۹۶

قیمت : ۳۱ روپے

سنہ اشاعت: ۱۹۸۷ء

اکادمی کے اغراض و مقاصد

(۱) دہلی کی لسانی تہذیب کے مشترکہ حصے کے طور پر اُردو زبان اور ادب کا تحفظ اور ارتقا۔
(۲) اُردو میں ادبی اور معیاری تصنیفات اور بچّوں کی کتابوں کی اشاعت اور حوصلہ افزائی۔
(۳) اُردو میں ادبی اور سائنسی اور دوسرے موضوعات سے متعلق ایسی اہم کتابوں کے تراجم کا اہتمام کرنا جن کا ابھی تک اُردو زبان میں ترجمہ نہ ہوا ہو۔
(۴) اُردو میں حوالہ جاتی کتابوں کی تالیف و اشاعت۔
(۵) قدیم اُردو ادب کی صحیح ترتیب و تدوین کے بعد اشاعت۔
(۶) اُردو کے غیر مطبوعہ معیاری ادب پاروں کی اشاعت۔
(۷) اُردو کے مستحق مصنفین کی غیر مطبوعہ تصنیفات کی اشاعت میں تعاون۔
(۸) گذشتہ ایک سال کے دوران مطبوعہ اُردو تصنیفات کے مصنفوں کو انعامات کی تقسیم۔
(۹) اُردو کے عمر رسیدہ اور مستحق مصنفین کی ماہانہ مالی اعانت۔
(۱۰) اُردو اسکالروں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک مقررہ مدّت کے لیے مالی اعانت کے ساتھ دوسری سہولتیں بہم پہنچانا۔
(۱۱) مشہور اسکالروں اور دوسری اہم شخصیتوں کو جلسوں کو خطاب کرنے کے لیے دعوت دینا۔
(۱۲) ادبی موضوعات پر سیمینار، سمپوزیم، کانفرنس اور نشستیں منعقد کرنا جن میں عالمی ادبی رجحانات کے پس منظر میں اُردو کے مسائل پر بحث و مباحثہ ہو اسی کے ساتھ اُردو کی تدریس اور اس کے استعمال سے متعلق سرکاری احکامات کی تعمیل و تکمیل کا جائزہ اور ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے مختلف ایسی ادبی اور تہذیبی تنظیموں کو مالی اعانت دینا جو کہ اسی طرح کی نشستیں منعقد کرتی ہیں۔ لیکن یہ مالی اعانت ایک معاملے میں پانچ سو روپے سے زیادہ نہیں ہوگی۔
(۱۳) اُردو میں اعلیٰ معیار کے رسالے، جریدے اور اسی طرح کی دوسری مطبوعات کی اشاعت۔
(۱۴) اِن ضابطوں کے تحت مطبوعات کی فروخت کا اہتمام۔
(۱۵) اکادمی کے لیے منقولہ اور غیر منقولہ جائداد حاصل کرنا لیکن شرط یہ ہے کہ غیر منقولہ جائداد کے حصول سے پہلے دہلی انتظامیہ کی پیشگی منظوری ضروری ہوگی۔
(۱۶) اُردو کی تعلیم، اس کے استعمال اور سرکاری احکامات کی تکمیل میں حائل دشواریوں اور اُردو بولنے والوں کے مطالبوں کو دہلی انتظامیہ کے علم میں لانا۔
(۱۷) ایسے سبھی جائز اقدامات کرنا اور قانونی کارروائیاں کرنا جن سے مذکورہ مقاصد کے فروغ و تعمیل میں مدد مل سکتی ہو۔
(۱۸) سوسائٹی کی ساری آمدنی سوسائٹی کے اغراض و مقاصد کے حصول ہی کے لیے خرچ کی جائے گی۔

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

نیا اُردو افسانہ

تجزیہ اور مباحث

اُردو دنیا کا کوئی کارنامہ چاہے اُس کا تعلق اُردو کے لسانی مباحث سے ہو، شاعری یا فکشن کی تنقید و تفہیم سے ہو، پروفیسر گوپی چند نارنگ نے جس موضوع کو بھی چھوا ہے اپنی شخصیت کے گہرے نقوش مرتسم کر دیے ہیں۔

اُردو کے افسانوی ادب کی قدر شناسی پروفیسر گوپی چند نارنگ کے نمایاں علمی اوصاف میں سے ایک خاص وصف ہے۔

اِس کتاب میں نارنگ صاحب نے اُردو اکادمی، دہلی کے زیرِ اہتمام منعقدہ افسانہ ورکشاپ/سیمینار میں پڑھے جانے والے افسانے، ان افسانوں کے فنی تجزیے اور ان پر ہونے والے مباحث یک جا کر دیے ہیں۔

افسانہ نگاروں میں ۱۹۷۰ء کے بعد سامنے آنے والے اہم افسانہ نگار اور تجزیہ نگاروں میں افسانوی ادب کے ممتاز نقّاد شامل ہیں۔ شرکائے بحث میں بھی اہم شخصیتیں ہیں۔

کتاب کے آغاز میں پروفیسر گوپی چند نارنگ کے خیال انگیز بسوط مقدّمے کے علاوہ، جو اس سیمینار کے ڈائرکٹر تھے، بیگم صالحہ عابد حسین اور شمس الرحمٰن فاروقی کے مضامین ہیں۔

سیمینار کی مکمل روداد بھی جو باذل عباسی نے لکھی ہے، شاملِ کتاب ہے۔

سیمینار پر دنیا بھر کے اخبارات و رسائل نے جو تبصرے کیے ہیں آخر میں ان کے اقتباسات بھی دے دیے گئے ہیں۔ ہم عصر افسانوی ادب و تنقید کی ایک اہم دستاویز۔

مرتّب : پروفیسر گوپی چند نارنگ

صفحات : ۶۳۱

قیمت : ۶۰ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۸ء

انتخابِ کلامِ داغ

علامہ اقبال نے داغ کے مرثیے میں کہا ہے :

تھی زبانِ داغ پر، جو آرزو ہر دل میں ہے
یعنی یہ لیلیٰ وہاں بے پردہ ، یاں محمل میں ہے

داغ کی شاعری پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ ان کے معتقدوں اور مدّاحوں نے بھی لکھا ہے اور نکتہ چینوں نے بھی اور ان لوگوں نے بھی جو خالص تنقیدی نقطۂ نظر سے کلامِ شاعر کو پرکھنے کے قائل ہیں؛ ان سب لوگوں کی تحریروں کا مرکزی خیال ایک ہی ہے کہ داغ زبان کے شاعر تھے اور روزمرّہ کا حسن ان کے کلام کی اصل خوبی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ داغ کی حق تلفی اس سے زیادہ ہو ہی نہیں سکتی کہ انھیں صرف زبان اور اندازِ بیان کا شاعر کہا جائے۔ اقبال نے داغ کی شاعری کے اس پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی حیثیت بنیادی نقطے اور محور کی ہے اور کہا ہے کہ وہ ایک جذبۂ مشترک جو ہر انسانی دل میں تمنّا بن کر رہتا ہے مگر ہر شخص اس کے اظہار پر قادر نہیں، داغ کے اشعار اسی جذبے کی ترجمانی کرتے ہیں۔

بات میں اگر گہرائی کچھ نہ ہو، بس بات کہنے کا ڈھنگ اچھّا ہو تو ایسی باتیں چنگاریوں کی چمک کی طرح جلد ہی دھندلا جاتی ہیں جبکہ داغ کی شاعری آج بھی قدر و قیمت کی حامل ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کے ہاں سارا کرشمہ محض اندازِ بیان کا نہیں، یہ کرشمہ ہے اس انسانی جذبے کی ترجمانی کا جو آرزو بن کر ہر دل میں موجزن رہتا ہے۔

مصنّف : نواب مرزا خاں داغ دہلوی

مرتبہ : بیگم ممتاز میرزا

صفحات : ۲۴۹

قیمت : ۳۴ روپئے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۸ء

دِلّی والے حصہ دوم

اُردو اکادمی، دہلی کی طرف سے منعقدہ "دلّی والے سیمینار" میں پڑھے جانے والے خاکوں کا مجموعہ، ان شخصیتوں کے قلمی خاکے جنھوں نے دلّی کی ادبی، سیاسی، سماجی اور ثقافتی زندگی کے خد و خال سنوارے۔ کہا جاتا ہے کہ جب شاہ جہاں نے شاہ جہاں آباد یعنی دلّی کو بسایا تو اس شہر کی رونق کو چار چاند لگانے کی غرض سے نہ صرف ملک کے کونے کونے سے بلکہ بیرونِ ملک سے بھی جملہ شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ہُنرمندوں کو بُلا کر یہاں آباد کیا۔ حالانکہ یہ سلسلہ شاہ جہاں کے عہد سے بہت پہلے سے جاری تھا اور دلّی عہدِ قدیم سے تہذیب و تمدّن کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔

دلّی کی سرزمین میں وہ کشش ہے کہ جو یہاں آیا، یہیں کا ہو رہا۔ اسی وجہ سے اس سیمینار میں ایسی شخصیات پر بھی خاکے لکھوائے گئے جو پیدائشی طور پر تو "دلّی والے" نہیں تھے لیکن انھوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصّہ یہاں گزارا، یہاں کی سماجی زندگی میں قابلِ لحاظ کردار ادا کیا، یہاں کے شب و روز پر اپنی شخصیت کے ایسے نقوش مرتسم کیے جو ان کے بعد بھی ان کی یاد کو تازہ رکھنے والے اور پھر بالآخر یہیں کی مٹّی میں سما گئے۔

اچھے خاکے کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخصیت کے کچھ اہم یا منفرد پہلو، ایسی خوبی کے ساتھ اُجاگر کیے جائیں کہ قاری شخصیت کو اپنے روبرو محسوس کرے اور اس کے افکار و کردار کی جھلکیاں بھی دیکھنے کو مل جائیں۔

اس کتاب کو ڈاکٹر صلاح الدین نے مرتّب کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں مبسوط مقدّمہ شامل ہے جس میں موضوع سے متعلق اہم نکات پر بحث کی گئی ہے۔

مرتّب : ڈاکٹر صلاح الدّین

جلد دوم، صفحات : ۵۰۶

قیمت : ۵۶ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۸ء

دہلی اور اس کے اطراف

"دہلی اور اس کے اطراف" جس کا پہلا نام "ارمغانِ احباب" تھا، مولانا حکیم سیّد عبدالحیٔ کے سفر کا روزنامچہ ہے۔ یہ سفر انھوں نے ۱۸۹۴ء میں دہلی اور اس کے نواحی علاقوں میں کیا تھا۔ حکیم سیّد عبدالحیٔ صاحب موجودہ دنیاے اسلام کی نامور شخصیت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کے والدِ بزرگوار تھے۔

اس سفر نامے کو لکھے ہوئے تقریباً سو سال ہو رہے ہیں لیکن گزشتہ تہذیب سے دل چسپی رکھنے والا قاری اسے آج بھی لطف و بصیرت سے خالی نہ پائے گا اس لیے کہ جو کہانی اس میں بیان ہوئی ہے وہ بہت دور کی نہیں ہے۔ تاریخ میں ایک صدی کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ اس سفر نامے میں لطف و بصیرت کا پہلو اس لیے بھی ہے کہ سفر کرنے والا جویاے حق ہے۔ اسے علم کی سچّی لگن ہے، اپنی تہذیب سے گہرا لگاؤ ہے، بزرگوں کے کارناموں کے لیے دل میں احترام اور ہمعصروں کی قدر شناسی کا جذبہ ہے۔ اسلامی تاریخ اور ہندوستان میں مسلم حکمرانوں، عالموں اور صوفیوں کی فیض رسانیوں سے مکمّل آگاہی نے اس کے تاثّرات کو وسیع سے وسیع تر کر دیا ہے اور اس سفر نامے کو ایک تاریخی، تہذیبی اور علمی دستاویز کی حیثیت دے دی ہے۔

مصنّف کا اندازِ بیان ہر قسم کے مبالغے سے بری ہے اور بے تکلّف گفتگو کا رنگ لیے ہوئے ہے۔

مصنّف : مولانا حکیم سیّد عبدالحیٔ

مرتّبہ : ڈاکٹر صادقہ ذکی

صفحات : ۱۳۴

قیمت : ۲۵ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۸ء

دہلی کے مشائخ کی ادبی خدمات

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اُردو زبان وادب کی ترویج و ترقّی میں ہندوستان کے صوفیائے عظام اور مشائخینِ کرام کا اہم کردار رہا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اُردو نظم و نثر کا آغاز ہی ان مقدّس ہستیوں کا مرہونِ منّت ہے۔ حضرت نظام الدین اولیؒا نے فرمایا ہے کہ "انسانی ذہن نثر کی بہ نسبت نظم سے جلد اور زیادہ متاثر ہوتا ہے" چنانچہ اکثر مشائخینِ متقدّمین نے تبلیغِ حق کے لیے نظم ہی کو وسیلہ بنایا لیکن ایسا نہیں کہ انھوں نے نثر کی اہمیت اور افادیت کو نظر انداز کر دیا ہو۔ جہاں نثر کی ضرورت تھی وہاں انھوں نے نثر سے بھی کام لیا ہے۔ اس طرح ان کی تحریریں ان دونوں اصنافِ ادب کے فروغ کا ذریعہ بنی ہیں۔

اس کتاب میں محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیؒا سے لے کر سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی تک ایسے ۱۳ اکابرینِ علم و تصوّف کے حالات اور ان کی بالواسطہ یا بلاواسطہ لسانی اور ادبی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے، جو دہلی کی سرزمین سے وطنی نسبت رکھتے ہیں۔ کتاب کی مصنّفہ بیگم ریحانہ فاروقی خود دہلی کی ایک بڑی درگاہ کی نگراں ہیں اور یہاں کے اکابرینِ علم و تصوّف کے بارے میں ان کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ یہ کتاب ان معلومات کا نچوڑ ہے۔

مصنّفہ : بیگم ریحانہ فاروقی

صفحات : ۸۴

قیمت : ۲۱ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۸ء

دِلّی کی درگاہ شاہِ مرداں

دلّی کی درگاہ شاہِ مرداں کے بارے میں عام خیال یہ تھا کہ محمدّ شاہ بادشاہ کی بیگم نواب قدسیہ نے قدم شریف حاصل کر کے اس جگہ نصب کیا تھا۔ یہ بھی خیال تھا کہ نواب قدسیہ ہی نے علی گنج آباد کیا تھا اور درگاہ شاہِ مرداں تعمیر کی تھی۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے اس کتاب میں مدلّل طریقے سے ثابت کیا ہے کہ نواب قدسیہ کے زمانے سے دوسو سال قبل بھی قدم شریف یہیں موجود تھا۔ انھوں نے فارسی زبان کی مختلف تاریخوں کے حوالے سے ان تمام مزارات کی بھی نشاندہی کی ہے جو شاہِ مرداں کے احاطے میں واقع تھے اور بعد میں مسمار کر دیے گئے۔

کربلا اور شاہِ مرداں کی تاریخ، اس کی عمارتوں اور وہاں مدفون لوگوں پر یہ پہلی کتاب ہے — ڈاکٹر خلیق انجم دہلی کے ایک قدیم خاندان کے چشم و چراغ اور اس تہذیبی فضا کے پروردہ ہیں جسے دہلویت سے موسوم کیا جاتا ہے — دہلی اور متعلقاتِ دہلی کے ساتھ جو گہرا تعلّقِ خاطر دہلی والوں کی پہچان رہا ہے، وہ اس کتاب کے ایک ایک لفظ میں جلوہ گر ہے۔

کتاب بہت سی تاریخی عمارتوں کی تصویروں سے بھی مزیّن ہے جو فاضل مصنّف نے خود اپنے کیمرے سے لی ہیں۔

مصنّف : ڈاکٹر خلیق انجم

صفحات : ۱۷۴

قیمت : ۳۳ روپے

سنہ اشاعت: ۱۹۸۸ء

حواشیِ ابوالکلام آزاد

جو لوگ مولانا ابوالکلام آزاد کے نام سے واقف ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مولانا کو اوائلِ عمر ہی سے پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا۔ عمر کا جو حصہ بچّے کھیل کود میں گزارتے ہیں، مولانا نے کتابوں کے مطالعے میں صرف کیا اور ان کا یہ ذوق آخر عمر تک ان کے ساتھ رہا۔ مولانا نے کسی مدرسے میں تعلیم نہیں پائی، گھر پر ہی پڑھا اور پھر انھیں ایسے مواقع ملے کہ اُردو، فارسی اور عربی کے علاوہ انھوں نے انگریزی اور فرانسیسی سے بھی واقفیت حاصل کی اور ان زبانوں میں قدیم و جدید علوم کا جو سرمایہ تھا اسے اپنی شخصیت میں سمولیا۔

یہ کتاب ان حواشی کا مجموعہ ہے جو مولانا ابوالکلام آزاد نے دورانِ مطالعہ مختلف کتابوں پر لکھے ہیں۔ یہ کتابیں مختلف زبانوں کی ہیں اور مختلف علوم سے تعلّق رکھتی ہیں۔ مولانا نے، جب وہ حکومتِ ہند کے وزیرِ تعلیمات تھے، انڈین کونسل فار کلچرل ریلیشنز کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا اور اپنا ذاتی کتب خانہ جو کئی ہزار کتابوں پر مشتمل تھا، اس ادارے کو دے کر ایک لائبریری قائم کر دی تھی۔ سیّد مسیح الحسن صاحب نے، جو برسوں تک اس لائبریری میں کام کرتے رہے ہیں، ان تمام کتابوں کو غائر نظر سے دیکھا ہے اور ان پر مولانا کے قلم سے جو حواشی درج ہیں وہ اس کتاب میں یکجا کر دیے ہیں۔ ایک اور اہم کام انھوں نے یہ کیا ہے کہ جن کتابوں پر یہ حواشی درج تھے، ان کے بارے میں بھی تمام ضروری معلومات فراہم کر دی ہیں۔

مصنّف : مولانا ابوالکلام آزاد

مرتّب : سیّد مسیح الحسن

صفحات : ۵۷۹

قیمت : ۶۲ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۸ء

دِلّی کے آثارِ قدیمہ

(فارسی تاریخوں میں)

ہندوستان کے عہدِ وسطیٰ کی تاریخ کا سب سے بڑا ماخذ وہ فارسی تاریخیں ہیں جو اُس عہد میں لکھی گئیں۔ یہ ہماری محرومی ہے کہ ہمارے زمانے میں فارسی کا چلن کم ہوگیا ہے۔ اس لیے ہمارے مورّخین اور عام لوگ فارسی تاریخوں سے استفادہ نہیں کر پاتے۔ اُردو اکادمی کی تحقیقی و اشاعتی کمیٹی نے جب فیصلہ کیا کہ دِلّی کی تہذیبی اور سماجی زندگی پر کتابیں تیار کرا کے شائع کی جائیں تو دِلّی کے آثارِ قدیمہ میں خلیق انجم صاحب کی دل چسپی کے پیشِ نظر اُن سے فرمائش کی گئی کہ وہ فارسی تاریخوں میں دِلّی کے آثارِ قدیمہ کا جو ذکر آیا ہے اُسے اُردو میں ترجمہ کر کے کتابی صورت میں مرتّب کر دیں۔ ان کتابوں تک رسائی کے لیے اور پھر مطلوبہ مواد کی تلاش میں خلیق انجم صاحب کو کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اُس کا اندازہ محقّق حضرات ہی کر سکتے ہیں۔

یہ خوشی کا مقام ہے کہ خلیق انجم صاحب نے فارسی تاریخوں کے ان اہم اقتباسات کا اُردو میں ترجمہ کر کے ایک ایسی کتاب مرتّب کر دی ہے جو دِلّی کے آثارِ قدیمہ کے موضوع پر غیر معمولی افادیت کی حامل ہے۔

دِلّی کے آثارِ قدیمہ پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن اس نوعیت کا کام اُردو میں پہلی بار ہوا ہے۔ یقین ہے کہ دِلّی کے آثارِ قدیمہ پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے یہ کتاب مددگار اور معاون ثابت ہوگی اور عام پڑھنے والے بھی اس سے استفادہ کریں گے۔

مترجم اور مرتّب : ڈاکٹر خلیق انجم

صفحات : ۲۹۶

قیمت : ۴۸ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۸ء

اُردو میں بارہ ماسے کی روایت

مطالعہ و متن

اُردو میں عوامی شعر و ادب کے سلسلے بھی کلاسیکی ادبیات کے ساتھ ساتھ چلتے رہے ہیں۔ ان شعری اصناف کی رنگا رنگی اور صدیوں تک ان کی روایتوں کا تسلسل، ان کی مقبولیت کا بیّن ثبوت ہے۔ ایسی عوامی شاعری اور اس کے مختلف نمونے، اور عام پسند قصّے کہانیاں اُردو زبان میں لوک ساہتیہ کی موجودگی کی گواہی دیتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ ہماری تنقید و تحقیق نے اس نثری اور شعری روایت پر وہ توجہ نہیں کی جس کی یہ مستحق تھی۔

اُردو میں کلاسیکی شاعری کی ابتدا، جہاں تک شمالی ہند کا تعلّق ہے، افضل کے بارہ ماسے سے ہوتی ہے۔ بعد میں دوسرے کئی شعرا نے بھی بارہ ماسے لکھے۔ بعض نے ہندی دوہوں کو بھی اس میں شامل کیا جو کھڑی بولی کے علاقے میں خصوصیت کے ساتھ عوامی شاعری اور عوامی شعور کا حصّہ رہے ہیں۔ بارہ ماسوں کا مطالعہ اُردو زبان کے ارتقائی مراحل کو سمجھنے اور اس کے علاقائی رشتوں کو جاننے میں بہت معاون ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے جو اُردو میں عوامی شعر و ادب کی روایت پر ایک مدّت سے کام کر رہے ہیں، ۱۲ بارہ ماسے اس کتاب میں یکجا کر دیے ہیں۔ متن قدیم مطبوعہ اور قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہے۔ آغازِ کتاب میں مبسوط و مفصّل مقدمے کے علاوہ ہر بارہ ماسے کا تعارف اور اس کا تنقیدی مطالعہ بھی فاضل مرتّب نے پیش کیا ہے۔

مصنّفین : ۱۲ مختلف شعرا

مرتّب : ڈاکٹر تنویر احمد علوی

صفحات : ۳۸۷

قیمت : ۴۹ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۸ء

اُردو اکادمی، دہلی
کی
مطبوعات ایک نظر میں

۱۹۸۶ء کی مطبوعات

۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد: شخصیت اور کارنامے۔ مرتّب: ڈاکٹر خلیق انجم۔ قیمت ۴۸ روپے۔ صفحات ۵۰۲۔

۲۔ بزمِ آخر۔ مصنف: منشی فیض الدین۔ مرتب: ڈاکٹر کامل قریشی۔ قیمت ۲۱ روپے۔ صفحات ۱۲۴۔

۳۔ دہلی کی آخری شمع۔ مصنّف: مرزا فرحت اللہ بیگ۔ مرتّب: ڈاکٹر صلاح الدین۔ قیمت ۲۳ روپے۔ صفحات ۱۴۷۔

۴۔ دِلّی کا آخری دیدار۔ مصنّف: سیّد وزیر حسن دہلوی۔ مرتّب: سیّد ضمیر حسن دہلوی۔ قیمت ۱۷ روپے۔ صفحات ۴۷۔

۵۔ دلّی والے۔ مرتّب: ڈاکٹر صلاح الدین۔ قیمت ۳۶ روپے۔ صفحات ۳۵۷۔

۶۔ قلعۂ معلّٰی کی جھلکیاں۔ مصنّف: عرش تیموری۔ مرتّب: ڈاکٹر اسلم پرویز۔ قیمت ۱۷ روپے۔ صفحات ۷۲۔

۷۔ رسومِ دہلی۔ مصنّف: سیّد احمد دہلوی۔ مرتّب: ڈاکٹر خلیق انجم۔ قیمت ۲۸ روپے۔ صفحات ۲۰۸۔

۸۔ داغ دہلوی: حیات اور کارنامے۔ مرتّب: ڈاکٹر کامل قریشی۔ قیمت ۳۱ روپے۔ صفحات ۲۳۷۔

۱۹۸۷ء کی مطبوعات

۹۔ عالم میں انتخاب: دلّی۔ مصنّف: مہیشور دیال۔ قیمت ۵۳ روپے۔ صفحات ۵۲۱۔

۱۰۔ سوانح دہلی۔ مصنّف: شاہزادہ مرزا احمد اختر گورگانی۔ مرتّب: مرغوب عابدی۔ قیمت ۱۷ روپے۔ صفحات ۶۴۔

۱۱۔ خواجہ حسن نظامی: حیات اور کارنامے۔ مرتب: خواجہ حسن ثانی نظامی۔ قیمت ۲۹ روپے۔ صفحات ۲۰۸۔

۱۲۔ دیوانِ حالی۔ مصنّف: مولانا الطاف حسین حالی۔ مقدمہ: رشید حسن خاں۔ قیمت ۲۴ روپے۔ صفحات ۲۳۲۔

۱۳۔ چراغ دہلی۔ مصنّف: میرزا حیرت دہلوی۔ قیمت ۳۹ روپے۔ صفحات ۵۳۶۔

۱۴۔ اُردو صحافت۔ مرتّب: انور علی دہلوی۔ قیمت ۳۲ روپے۔ صفحات ۳۳۲۔

۱۵۔ دہلی کے اسکولوں میں اُردو نصاب کے مسائل۔ مرتّب: صدیق الرّحمان قدوائی۔ قیمت ۲۳ روپے۔ صفحات ۱۸۷۔

اشاریہ آجکل (جلد اوّل)

"آجکل" اردو کا ایک اہم ادبی ماہنامہ ہے۔ یہ ۱۹۴۲ء میں جاری ہوا تھا اور ۱۹۴۷ء کے تین مہینے چھوڑ کر اب تک باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کے ایڈیٹروں میں جوش ملیح آبادی سید وقار عظیم، عرش ملسیانی، شہباز حسین، مہدی عباس حسینی اور راج نرائن راز جیسے شاعر اور ادیب رہے ہیں اور نائب مدیروں میں طالب دہلوی، شان الحق حقی، معین احسن جذبی، فضلِ حق قریشی اور بلونت سنگھ کے نام شامل ہیں۔

یہ اسی اہم رسالے کا اشاریہ ہے۔ اشاریوں کی عدم موجودگی، تحقیق کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اگر کوئی ریسرچ اسکالر یہ معلوم کرنا چاہے کہ کسی ادبی جریدے میں اس کے موضوع سے متعلق کیا مواد موجود ہے تو اسے اس رسالے کا پورا فائل تلاش کرنا پڑے گا اور ممکن ہے کہ اس تمام محنت وسعی کے بعد ایک آدھ مقالہ ہی اس کے ہاتھ لگے۔ ہزاروں اہم علمی، ادبی، تحقیقی، تنقیدی مضامین اور اعلیٰ درجے کے تخلیقی ادب کا بڑا حصّہ ادبی رسالوں میں مدفون ہے۔ اس سرمایے تک ہماری رسائی اس لیے مشکل ہے کہ ان رسالوں کے اشاریے تیار نہیں ہوئے اور آج کی مصروف زندگی میں ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہزاروں صفحات کی ورق گردانی کر سکیں۔ ماہنامہ "آجکل" کی حد تک یہ مشکل اردو اکادمی نے یہ کتاب شائع کر کے آسان کر دی ہے۔ یہ "آجکل" کی ۴۶ سال کی فائلوں کا اشاریہ ہے۔ اسے دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک حصّہ ادبی مضامین سے متعلق ہے اور دوسرا ادب کے علاوہ دیگر مضامین سے۔

یہ کتاب ریسرچ اسکالروں کے لیے ایک ایسا قیمتی تحفہ ہے جس کی اہمیت اور افادیت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کم ہونے کی بجائے بڑھتی جائے گی۔

مرتب : جمیل اختر

صفحات : ۶۸۳

قیمت : ۷۷ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۸ء

اردو اکادمی کی زیرِ طبع کتابیں

۱۔ آثار الصنادید	مرتّبہ	ڈاکٹر خلیق انجم
۲۔ مصنّفین و شعراء کی ڈائرکٹری	مرتّبہ	پروفیسر گوپی چند نارنگ جناب عبداللطیف اعظمی
۳۔ انتخابِ مضامین مرزا فرحت اللہ بیگ	مرتّبہ	ڈاکٹر اسلم پرویز
۴۔ نئی تعلیمی پالیسی اور اردو تدریس	مرتّبہ	سیّد شریف الحسن نقوی
۵۔ ڈاکٹر ذاکر حسین : حیات اور کارنامے	مرتّبہ	ڈاکٹر کامل قریشی
۶۔ اردو شاعری میں ہندی اصناف	مرتّبہ	پروفیسر گوپی چند نارنگ۔
۷۔ اردو مرثیہ	مرتّبہ	ڈاکٹر شارب ردولوی
۸۔ واقعاتِ دارالحکومت دہلی (جلد اول، دوم اور سوم)	مصنّف	مولوی بشیر الدین احمد
۹۔ آزادی کے بعد دہلی میں اردو افسانہ	مرتّبہ	پروفیسر قمر رئیس
۱۰۔ آزادی کے بعد دہلی میں اردو غزل	مرتّبہ	پروفیسر عنوان چشتی
۱۱۔ آزادی کے بعد دہلی میں اردو نظم	مرتّبہ	ڈاکٹر عتیق اللہ
۱۲۔ آزادی کے بعد دہلی میں اردو تحقیق	مرتّبہ	ڈاکٹر تنویر احمد علوی
۱۳۔ آزادی کے بعد دہلی میں اردو تنقید	مرتّبہ	ڈاکٹر شارب ردولوی
۱۴۔ آزادی کے بعد دہلی میں اردو ڈرامہ	مرتّبہ	جناب ریوتی سرن شرما
۱۵۔ آزادی کے بعد دہلی میں اردو خاکہ	مرتّبہ	پروفیسر شمیم حنفی
۱۶۔ آزادی کے بعد دہلی میں اردو افسانہ	مرتّبہ	ڈاکٹر نصیر احمد خاں
۱۷۔ آزادی کے بعد دہلی میں اردو طنز و مزاح	مرتّبہ	پروفیسر مظفّر حنفی

این سی ای آر ٹی کی اُردو کتابیں

اُردو اکادمی، دہلی سے حاصل کی جا سکتی ہیں

اُردو اسکولوں کے طالب علموں، اساتذہ اور والدین کو این سی ای آر ٹی کی اُردو کتابیں حاصل کرنے میں بہت زحمت ہو رہی تھی۔ اس سلسلے میں اکادمی کو بھی شکایتیں موصول ہوتی رہتی تھیں۔

اکادمی نے این سی ای آر ٹی سے گفت و شنید کرنے کے بعد دہلی اور قرب و جوار کے علاقوں کے لیے تقسیم کار کی ذمہ داری سنبھال لی ہے۔ اب این سی ای آر ٹی کی اُردو کتابیں اکادمی کے دفتر (گھٹا مسجد روڈ، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲) سے کتب فروش حضرات ۱۵ فیصد کمیشن پر اور مدارس ۱۰ فیصد کمیشن پر خرید سکتے ہیں۔ کسی کتاب کی دس سے کم جلدیں فروخت نہیں کی جائیں گی۔ انفرادی خریدار یہ کتابیں کتب فروشوں سے حاصل کریں۔

کتب فروش اور مدارس دفتری دنوں میں صبح ۱۰ بجے سے ایک بجے تک دفتر اکادمی سے کتابیں لے سکتے ہیں۔ ان کتابوں کے ڈاک سے موصول ہونے والے آرڈروں کی تعمیل سے ہم قاصر رہیں گے۔ خواہش مند ذاتی طور پر سیل کاؤنٹر سے حاصل کریں۔

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

۱۶- نوبتِ پنج روزہ یعنی وداعِ ظفر۔ مصنف: علامہ راشد الخیری۔ مرتب: ڈاکٹر تنویر احمد علوی۔ قیمت ۲۳ روپے۔ صفحات ۱۵۸۔
۱۷- دلّی کی آخری بہار۔ مصنف: علامہ راشد الخیری۔ مرتب: سیّد ضمیر حسن دہلوی۔ قیمت ۲۰ روپے۔ صفحات ۱۲۷۔
۱۸- اُردو غزل۔ مرتب: ڈاکٹر کامل قریشی۔ قیمت ۳۱ روپے۔ صفحات ۳۵۹۔
۱۹- اُردو اور مشترکہ ہندوستانی تہذیب۔ مرتب: ڈاکٹر کامل قریشی۔ قیمت ۳۹ روپے۔ صفحات ۴۵۹۔
۲۰- لال قلعے کی ایک جھلک۔ مصنف: حکیم خواجہ سیّد ناصر نذیر الدین فراق دہلوی۔ مرتب: ڈاکٹر انتظار مرزا۔ قیمت ۱۹ روپے۔ صفحات ۱۰۹۔
۲۱- دلّی کی تہذیب۔ مرتب: ڈاکٹر انتظار مرزا۔ قیمت ۱۷ روپے۔ صفحات ۸۴۔
۲۲- ڈائریکٹری اُردو ناشرین و تاجران کتب۔ مرتب: انور علی دہلوی۔ قیمت ۵۰ روپے۔ صفحات ۶۸۰۔
۲۳- مرزا محمود بیگ کے مضامین کا انتخاب۔ مرتب: ڈاکٹر کامل قریشی۔ قیمت ۳۱ روپے۔ صفحات ۲۹۔

۱۹۸۸ء کی مطبوعات

۲۴- نیا اُردو افسانہ: تجزیہ اور مباحث۔ مرتب: پروفیسر گوپی چند نارنگ۔ قیمت ۶۰ روپے۔ صفحات ۶۳۱۔

۲۵- انتخابِ کلامِ داغ۔ مرتبہ: بیگم ممتاز مرزا۔ قیمت ۳۴ روپے۔ صفحات ۲۴۹
۲۶- دِلّی والے (جلد دوم)۔ مرتب: ڈاکٹر صلاح الدین۔ قیمت ۵۶ روپے۔ صفحات ۵۰۶
۲۷- دہلی اور اس کے اطراف۔ مرتبہ: ڈاکٹر صادقہ ذکی۔ قیمت ۲۵ روپے۔ صفحات ۱۳۴
۲۸- دہلی کے مشائخ کی ادبی خدمات۔ مصنف: بیگم ریحانہ فاروقی۔ قیمت ۲۱ روپے۔ صفحات ۸۴
۲۹- دِلّی کی درگاہ شاہِ مرداں۔ مصنف: ڈاکٹر خلیق انجم۔ قیمت ۳۳ روپے۔ صفحات ۱۷۴
۳۰- حواشی ابوالکلام آزاد۔ مرتب: سیّد مسیح الحسن۔ قیمت ۶۲ روپے۔ صفحات ۵۷۹
۳۱- اُردو میں بارہ ماسے کی روایت۔ مصنف: ڈاکٹر تنویر احمد علوی۔ قیمت ۴۹ روپے۔ صفحات ۳۸۷
۳۲- دِلّی کے آثارِ قدیمہ۔ مصنف: ڈاکٹر خلیق انجم۔ قیمت ۴۸ روپے۔ صفحات ۲۹۶
۳۳- اشاریہ آج کل۔ مرتبہ: جمیل اختر۔ قیمت ۷۷ روپے۔ صفحات ۶۸۴

مولانا ابوالکلام آزاد
شخصیت اور کارنامے

بیسویں صدی کے عظیم مذہبی، فکری، سیاسی پیشوا مولانا ابوالکلام آزاد کی برگزیدہ شخصیت اور ان کے علمی، عملی کارناموں پر اہم دستاویز۔

مولانا نے ایک طرف قید و بند اور دار و رسن کی آزمائشوں میں زندگی گزاری اور دوسری طرف اپنی قوم اور خاص طور پر مسلمانوں کی فکری قیادت کی۔ وہ اگر مجاہدِ آزادی تھے تو عالمِ دین بھی تھے۔ انھیں قرآن، فقہ، علم الکلام، علمِ حدیث پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ وہ فلسفی تھے، مفکر تھے، تاریخ پر ان کی گہری نظر تھی۔ انھوں نے صحافت کے میدان میں قدم رکھا تو انقلاب برپا کردیا۔ مولانا کا شمار اُردو کے اعلیٰ ترین انشا پردازوں میں ہوتا ہے۔ تقریر میں ان کا ثانی ملنا مشکل تھا۔ مولانا اپنی افتادِ طبع، علم، ذہانت، اہلیت و صلاحیت، معاملہ فہمی اور دُوراندیشی کے لحاظ سے غیر معمولی انسان تھے، ایسے انسان جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

اُردو اکادمی دہلی نے "مولانا ابوالکلام آزاد: شخصیت اور کارنامے" کے عنوان سے جو کل ہند سیمینار منعقد کیا تھا اس میں پڑھے جانے والے مقالے اس کتاب میں یکجا کردیے گئے ہیں جو چھ حصّوں میں تقسیم ہیں۔ سیرت و شخصیت، سیاست، مذہب، ادبی نثر، صحافت اور شاعری۔ اس کتاب میں جو مقالے شامل کیے گئے ہیں ان میں کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی شخصیت اور کارناموں کے ہر پہلو پر خاطر خواہ روشنی پڑ جائے۔

مولانا کی شخصیت اور کارناموں سے مکمّل آگاہی کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ تقریباً دو سَو صفحات پر مشتمل مولانا کے مکمّل سوانح حیات درج کیے گئے ہیں اور مولانا کی تاریخی اور اہم ترین تصویریں بھی شامل کی گئی ہیں۔

مرتّب : ڈاکٹر خلیق انجم

صفحات : ۵۰۲

قیمت : ۴۸ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۶ء

بزمِ آخر

بزمِ آخر آج سے تقریباً سَو سال قبل پہلی بار طبع ہوئی تھی۔ اس کے مصنّف منشی فیض الدّین ہیں جن کی زندگی کا بیشتر حصہ مرزا محمّد ہدایت افزا عرف مرزا الٰہی بخش کے ملازم کی حیثیت سے لال قلعے میں گزرا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد جب مغلوں کا چراغ گُل ہوا تو مغل بادشاہوں اور قلعۂ معلیٰ کے دم قدم سے دلّی جن روشن اور تاریخی روایات سے عبارت تھی وہ سب رفتہ رفتہ داستانیں بننے لگیں اور یہ احساس ہونے لگا کہ کہیں یہ داستانیں بھی فراموش نہ کر دی جائیں ایسے میں بعض ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ ہندوستان کی مشترکہ گنگا جمنی تہذیب و معاشرت، آداب و اخلاق اور دلّی کی زندگی اور ماحول کے تابناک نقوش کو صفحۂ قرطاس پر محفوظ کر لیا جائے۔ "بزمِ آخر" کی تصنیف کا پیش خیمہ یہی خیال بنا ہوگا۔ یہ کتاب آخری مغل دَور کے چشم دید حالات سُناتی ہے اور اس تہذیب کا آئینہ ہے جو ہندوستان کو مغلوں کی دین ہے۔

"بزمِ آخر" میں ابونصر معین الدّین اکبر شاہ ثانی کے زمانے سے لے کر ابوظفر سراج الدّین محمّد بہادر شاہ آخری بادشاہ دہلی کے عہد تک کے روزمرّہ کے کل برتاؤ، عادتیں، رسمیں، خانگی معاملات، دربار اور سواری کے قاعدے، جشن اور نذروں کے قرینے، زنانہ اور مردانہ میلوں کے رنگ، تماشائیوں کے ڈھنگ، تخت نشینی اور مرنے کی کیفیت وغیرہ، نہایت شرح وبسط کے ساتھ درج ہیں جسے ڈاکٹر کامل قریشی نے اپنے جامع مقدّمے کے ساتھ مرتّب کیا ہے۔

مصنّف : منشی فیض الدّین

مرتّب : ڈاکٹر کامل قریشی

صفحات : ۱۲۴

قیمت : ۲۱ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۶ء

دہلی کی آخری شمع

" دلّی کا یادگار مشاعرہ عرف دہلی کی آخری شمع " مرزا فرحت اللہ بیگ (مرحوم) کے ادبی کارناموں میں سے ایک ہے۔ مرزا صاحب کا شمار ان لوگوں میں ہے جنھوں نے ۱۸۵۷ء کے انقلابِ دہلی کے بعد انقلاب سے پہلے کی آخری جھلک سب کو کچھ اس انداز سے دکھائی کہ ایک جیتی جاگتی محفل آراستہ ہوگئی۔

"دہلی کی آخری شمع" کے پیش لفظ میں مرزا فرحت اللہ بیگ لکھتے ہیں کہ " مجھے بچپن سے شعرائے اُردو کے حالات پڑھنے اور سُننے کا شوق رہا مگر کبھی کوئی ایسی تحریک نہیں ہوئی جو ان کے حالات کو ایک جگہ جمع کرنے کا خیال پیدا کرتی .... اتفاق دیکھیے کہ پرانے قدیم کاغذات میں مجھے حکیم مومن خاں دہلوی کی ایک قلمی تصویر ملی۔ قلمی تصویر کا ملنا تھا کہ یہ خیال پیدا ہوا تو بھی محمّد حسین آزاد مرحوم کے نیرنگِ خیال کی محفلِ شعرا کی طرح ایک مشاعرہ قائم کرو، مگر ان لوگوں کے کلام پر تنقید کرنے کے بجائے صرف ان کی چلتی پھرتی تصویریں دکھا۔ خیال میں رفتہ رفتہ پختگی ہوئی اور اس پختگیِ خیال نے ایک مشاعرے کا خاکہ پیشِ نظر کر دیا۔" آزاد نے "نیرنگِ خیال" میں تاریخ کے اکثر مشاہیر کو لا بٹھایا ہے۔ چنانچہ اس دربار کی رونق نے مرزا فرحت اللہ بیگ کو اکسایا۔ دوسری طرف مولوی کریم الدین کے مشہور تذکرے "طبقات الشعرائے ہند" نے ایک مشاعرے کا پتہ دیا۔ چنانچہ ان دونوں تحریروں کی روشنی میں مرزا فرحت اللہ بیگ نے اس فرضی مشاعرے کی بنیاد رکھی۔ مولوی کریم الدّین کا تذکرہ طبقات الشعرائے ہند ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا تھا اور دہلی کی آخری شمع پہلی مرتبہ ۱۹۲۸ء میں کتابی شکل میں شائع ہوئی۔

دلّی کے اس یادگار مشاعرے کا نیا اڈیشن ڈاکٹر صلاح الدین نے اپنے جامع مقدمہ کے ساتھ مرتّب کیا ہے۔ بعض ضروری حواشی اور فرہنگ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

مصنّف : مرزا فرحت اللہ بیگ

مرتّب : ڈاکٹر صلاح الدین

صفحات : ۱۴۷

قیمت : ۲۳ روپے

سنہ اشاعت : ۱۹۸۶ء